Vol.2 No.3 2019

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

یعقوب نظامی کے سفر نامے "مصر کا بازار" کا تاریخی و تہذیبی مطالعہ

Historical and cultural study of Yaqoob Nizami's travelogue "Misar ka Bazar"

محمد ریاض عابد،[1] محمد سلمان بھٹی،[2] محمد امجد عابد،[3] عابد سلیم[4]

Abstract

Travelogue is a historic document wherein the writer describes the experiences and observations of his journey. In fact, the journey of man started since the time immemorial, but the trend of travelogue writing started in the era of Chander Gupt Moriya (3 BC). "Ajaibaat-a-Farang" of Yousaf Khan Kambal Posh is the first recognized travelogue ever written in Urdu. Afterwards, many other writers took this genre to its intellectual and technical perfection. Yaqoob Nizami as an illustrious travelogue writer; his five travelogues have been published by now. "Misar ka Bazar" is a beautiful addition in the Egyptian travelogues. He has enlightened the reader about the Egyptian history, and its culture civilization so beautifully that it richly deserves our praise and appreciation. It contains the entire Egyptian history and its reading inspires the reader to fly to Egypt at once. It is such a document of Egyptian history, culture and politics as may prove to be immensely helpful not only for the tourists but also for the historians.

Key Words: Travel, Travelogue, First travelogue in Urdu, History, Historical Consciousness, Misar ka Bazar

سفر نامہ اس تاریخی دستاویز کو کہتے ہیں جس میں مصنف اپنے سفر کے تجربات و مشاہدات کو بیان کرتا ہے۔انسان کے سفر کا آغاز تو روز ازل سے ہی ہو گیا تھا لیکن سفر نامہ لکھنے کا آغاز چندر گپت موریہ کے عہد (تیسری صدی قبل از مسیح) میں ہوا۔اردو میں سفر نامہ نگاری کا باقاعدہ آغاز یوسف خاں کمبل پوش کے "عجائبات فرنگ" سے ہوتا ہے۔اس کے بعد کئی اور سفر نامہ نگاروں نے اس صنف ادب کو فکری و فنی سطح پر پختگی عطا کی۔یعقوب نظامی ایک معروف سفر نامہ نگار ہیں جن کے اب تک پانچ سفر نامے منظر عام پر آ چکے ہیں۔مصر کے سفر ناموں میں "مصر کا بازار" ایک خوبصورت اضافہ ہے۔اُنہوں نے اس سفر نامے میں قاری کو جس خوبصورتی سے مصر کے ماضی اور حال کی تاریخ اور تہذیب و معاشرت سے روشناس کروایا ہے وہ قابل ستائش ہے۔یہ سفر نامہ اپنے اندر مصر کی پوری تاریخ سمیٹے ہوئے ہے جسے پڑھ کر قاری کے دل میں مصر کی سیاحت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔یہ سفر نامہ مصر کی تاریخ، تہذیب اور سیاست کی ایسی دستاویز ہے جو آنے والے وقت میں نہ صرف سیاحوں بلکہ مورخین کے لیے بھی کار آمد ثابت ہو گی۔

کلیدی الفاظ: سفر، سفر نامہ، سفر نامے کا ارتقاء، پہلا اردو سفر نامہ، تاریخ، تاریخی شعور، مصر کا بازار

سفر انسان کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔انسان کے سفر کا آغاز آدمؑ کے پہلے سفر سے ہوا جو ہنوز جاری و ساری ہے۔انسان یہ اسفار کبھی تو کسی معاشی، سیاسی، معاشرتی مجبوری کی وجہ سے کرتا ہے اور کبھی اپنی ذات میں پنہاں ذوق جمالیات کی تسکین کے لیے کرتا ہے۔

سفر کا شوق انسانی خمیر میں گندھا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تجسس اور جستجو نے جو ذات انسانی میں ازل سے موجود ہے اسے کسی ایک مقام پر رکنے نہیں دیا۔اللہ تعالیٰ نے سیر وفی الارض کا حکم دے کر سفر کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔سفر کی اہمیت سے انکار اس لیے بھی ممکن نہیں کیونکہ اس کی اہمیت و افادیت کو صرف دور حاضر میں ہی نہیں بلکہ ہر دور میں تسلیم کیا گیا ہے۔سفر سے انسان زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ ہوتا ہے۔سفر کی برکات ہی کی بدولت انسان آج پر تعیش زندگی گزار رہا ہے۔سفر نہ صرف انسانی تجربے کو وسعت فراہم کرتا ہے بلکہ انسان میں خود اعتمادی اور قوت برداشت بھی پیدا کرتا ہے۔سفر حصول علم کا ذریعہ ہے۔سفر کو وسیلہ ظفر کہا گیا ہے۔تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں مختلف اقوام نے اپنے کامیاب اسفار کی بنا پر حکومتیں قائم کیں۔ایک وقت وہ تھا جب انسان اپنی ان کامیابیوں کی داستان بڑے فخر سے سب کے روبرو بیان کرتا تھا اور لوگ اسے شوق اور انہماک سے سنتے تھے۔جیسے جیسے انسان مہذب ہوتا گیا اور دستیاب سہولیات میں اضافہ ہوتا گیا تو اس نے اپنی ان داستانوں کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کر دیا۔یوں سفر نامہ وجود میں آیا۔اب تک دریافت شدہ سفر ناموں میں سب سے پرانا سفر نامہ چندر گپت موریہ کے عہد (303ق م) کا ہے۔سکندر اعظم کے جانشین سیلو قس

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نے میگستھنیز کو اپنا سفیر بنا بھیجا تھا جو کئی سال پاٹلی پتر میں مقیم رہا اس دوران اسے خواص و عوام کا گہرا مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

> "میگستھنیز کا سفر نامہ عہد چندر گپت موریہ کا ایک مستند ماخذ شمار ہوتا ہے۔ہندوستان پر سکندر اعظم کے حملے کی تفصیلات اور کوائف بھی اسی سفر نامے سے اخذ واکتساب کیے جاتے ہیں۔یہ سفر نامہ تیسری صدی قبل مسیح کے سیاسی، تہذیبی اور صنعتی حالات کا آئینہ ہے۔"(1)

سفر نامے کا مقصد صرف معلومات بہم پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ ایسے لوگوں کی رہنمائی بھی ہوتا ہے جو آئندہ کبھی بھی اس راستے پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔سفر نامہ راستے کی دشواریوں سے محفوظ رہنے کی تدابیر فراہم کرتا ہے اور کسی ملک کی تہذیبی، تمدنی اور جغرافیائی معلومات کا ذخیرہ بھی ہوتا ہے۔

> "سفر نامہ محض سیاح کے ذوقِ سفر کو ہی آسودہ نہیں کرتا بلکہ یہ رنگ، نسل، زبان اور عقیدے کے اختلاف کے باوجود ایک ملک کو دوسرے ملک سے اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے متعارف کرانے اور ان کے درمیان پُل تعمیر کرنے کا وسیلہ بھی ہے اور اس سے کسی ملک کی جغرافیائی، تاریخی، تہذیبی اور تمدنی معلومات بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔"(2)

ایک اچھا سفر نامہ وہ ہوتا ہے جس میں سفر نامہ نگار اپنے عہد کے معاشی، معاشرتی، جغرافیائی حالات اپنے احساسات کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ایک اچھا سفر نامہ نگار جن تاریخی مقامات کی سیر کے لیے جاتا ہے اس کی تاریخی حیثیت سے اپنے قاری کو بھی آگاہ کرتا ہے۔ایک اچھا سفر نامہ نہ صرف اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات کا آئینہ ہوتا ہے بلکہ اپنے عہد کی مستند تاریخ بھی ہوتا ہے۔

> "سفر نامے سوانحی کوائف کے ساتھ ساتھ تاریخی و جغرافیائی معلومات کی کسوٹی ہوتے ہیں۔ سفر نامہ نگار اپنے حالات و خیالات کو ہی قلم بند نہیں کرتا بلکہ بالواسطہ طور پر تاریخ نگاری کے فریضے کو بھی انجام دیتا ہے کہ جس دور میں سفر نامہ نگار مصروف سفر ہوتا ہے، اس دور کے تاریخی واقعات پر بھی تبصرہ کرتا جاتا ہے۔"(3)

جب ذرائع آمد و رفت اس قدر عام نہیں تھے تب ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا انتہائی مشکل اور دشوار گزار ہوا کرتا تھا۔ایسے میں دیار غیر کی معلومات حاصل کرنا اور بھی مشکل ہوتا تھا جسے سفر نامہ نگار نے قارئین کے لیے آسان بنا دیا۔اب کوئی بھی شخص اپنے گھر میں بیٹھ کر دنیا بھر کی معلومات پَل بھر میں حاصل کر لیتا ہے۔سفر نامہ نگار سفر نامہ لکھ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کو دوسروں کا پہنچاتا ہے۔سفر نامہ نگار کا مقصد اس ملک یا مقام کے بارے میں جغرافیائی اور تاریخی معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے جس کی سیاحت کے لیے وہ نکلا ہے۔اپنی معلومات میں اضافے کے لیے لوگ ایسے سفر ناموں کو زیادہ دلچسپی سے پڑھتے تھے۔

> "اس لیے لوگ تاریخی اور جغرافیائی معلومات کے لیے ان سفر ناموں کا بہت شوق سے مطالعہ کرتے تھے"(4)

اگر یہ کہا جائے کہ سفر نامہ اپنے عہد کی تہذیب و ثقافت کی تاریخ ہوتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔قدیم سفر نامے اپنے عہد کی اس قدر مستند تاریخ ہیں کہ مؤرخین نے اس عہد کی تاریخ لکھنے کے لیے ان سفر ناموں سے استفادہ کیا۔ہندوستان کے بارے میں ابن بطوطہ کا سفر نامہ اور چین کے بارے میں مارکو پولو کا سفر نامہ جو مفید معلومات فراہم کرتا ہے وہ تاریخ کی بہت سی کتابوں میں دستیاب نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے کے لیے مؤرخین نے ان سفر ناموں سے استفادہ کیا ہے۔چنانچہ مولانا شبلی نعمانی نے سفر نامے کو تاریخی سلسلے کا ایک دلچسپ حصہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ :

> "ترکی کے بارے میں یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بہت کچھ انہی سفر ناموں سے لیا گیا ہے۔"(5)

انیسویں صدی کے اوائل میں اردو سفر نامے کو یہ اہمیت حاصل نہیں تھی جو آج حاصل ہو چکی ہے۔اردو سفر نامے کا آغاز یوسف خاں کمبل پوش کے "عجائبات فرنگ" سے ہوتا ہے اور پھر، نواب کریم خان کا "سیاحت نامہ"، سید فدا حسین کا "تاریخ افغانستان"، مسیح الدین علوی کا "سفیر اودھ"، سر سید کا "مسافرانِ لندن" اور "سفر نامہ پنجاب" نثار علی بیگ کا "سفر نامہ یورپ" محمد حسین آزاد کے سفر نامے اور مولانا شبلی کا "مصر و روم و شام" سے ہوتا ہوا بیسویں صدی میں داخل ہوا جہاں محمود نظامی، بیگم اختر

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ریاض الدین، جمیل الدین عالی، مستنصر حسین تارڑ، عطاء الحق قاسمی، امجد اسلام امجد، سلمیٰ اعوان، ڈاکٹر منیر مرزا، الطاف شیخ اور یعقوب نظامی جیسے نامور سفر نامہ نگاروں نے سفر نامے کے اس فن کو نہ صرف عروج بخشا ہے بلکہ اس کے قد کاٹھ میں اضافہ کر کے دیگر ادبی اصناف کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔

یعقوب نظامی کا آبائی وطن کشمیر ہے اس کے علاوہ پاکستان کی شہریت بھی رکھتے ہیں اور روزگار کے سلسلے میں دیارِ فرنگ میں رہائش پذیر ہیں اور وہاں کی شہریت بھی رکھتے ہیں۔ان کا تعلق پڑھے لکھے اور دینی گھرانے سے ہے۔مانچسٹر سٹی کونسل میں ڈپٹی منیجر کے عہدے پر فائز ہیں اور اُن کی بیگم شمیم نظامی بریڈ فورڈ کالج میں انگریزی زبان وادب کی پروفیسر ہیں۔یعقوب نظامی سیر وسیاحت کے دلدادہ ہیں جب بھی کوئی موقع میسر آئے اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اکثر و بیشتر ان کی کوشش ہوتی کہ یہ سیر ہم خیال لوگوں کے ساتھ ہی کی جائے۔وہ جہاں جاتے ہیں، جو دیکھتے ہیں،اس کے بارے میں جو احساسات رکھتے ہیں اُنہیں قلمبند کر لیتے ہیں۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> جب میں سیاحت کے لیے رختِ سفر باندھتا ہوں تو ساتھ ایک قلم اور ڈائری ضرور رکھ لیتا ہوں۔تاکہ جو کچھ میں دیکھوں یا محسوس کروں اُسے قلم بند بھی کرتا جاؤں۔ہو سکتا ہے میری طرح سیاحت کے لاکھوں دلدادہ جو کسی وجہ سے اپنی خواہشات کو پورا نہیں کر پاتے وہ میری نظر سے دیکھی ہوئی چیزوں کو اپنے گھر بیٹھے بٹھائے پڑھ کر لطف اُٹھائیں۔(6)

یعقوب نظامی نے یہ سفر اپنے دوست محمد بکاری کی دعوت پر صرف سیر وسیاحت کی غرض سے اختیار کیا اس کے سوا کوئی اور بات ان کے پیشِ نظر نہ تھی۔محمد بکاری جو یہاں فیملی سمیت مستقل طور پر یہاں قیام پذیر تھے اور مصر میں موجود اپنا مکان بیچنے جا رہے تھے۔محمد بکاری،یعقوب نظامی کے ماتحت تھے چھٹی منظور کروانے گئے تو انہیں بھی ساتھ چلنے کی پیشکش کر دی۔یعقوب نظامی نے موقع غنیمت جانتے ہوئے نہ صرف اس پیشکش کو قبول کر لیا بلکہ اپنے دو اور ہم خیال دوستوں یعقوب آزاد اور منیر حسین کو بھی اس سفر میں شامل کر لیا۔26 فروری 2006ء کو انہوں نے مانچسٹر کے ہوائی اڈے سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔انہوں نے یہ سفر کرتے ہوئے راستے میں اٹلی رکنا تھا لیکن ان کا یہ قیام زیادہ طویل نہیں تھا۔شام کو قاہرہ پہنچے رات آرام کیا۔اگلے دن باہر نکلے اور پورا دن ادھر اُدھر گھوم پھر کر گزار دیا۔ان کا یہ پہلا دن دراصل قاہرہ سے جان پہچان کا دن تھا۔انہوں نے قاہرہ کے کھانے،ٹریفک،ناصر سٹی میں موجود ایک شاپنگ مال کا بھی ذکر کیا۔اس سنٹر کے باہر لگے مجسمے دیکھ کر یوں لگا کہ مصری اپنے آباؤ واجداد کے مذہب اور دورِ فراعنہ سے بہت متاثر ہیں۔اُنہوں نے جو چیز بھی دیکھی ہے اس کی تاریخی حیثیت سے قارئین کو آگاہ کیا ہے۔وہ جب مصر کی تاریخ بیان کرنا شروع کرتے ہیں تو 3000 ق م سے شروع کرتے ہیں اور حسنی مبارک پر لا کے ختم کرتے ہیں۔امام شافعی کے مزار پر جاتے ہیں تو اس کی خستہ حالی پر بھی ان کا دل کڑھتا ہے۔ان کا خیال ہے کہ یہاں کے رہنے والے لوگوں کو شائد امام شافعی کے مزار سے کوئی قلبی لگاؤ نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے ان کی تعلیمات سے کچھ استفادہ کیا ہے۔امام شافعی کی پیدائش فلسطین کے ایک گاؤں اسقلان میں ہوئی۔امام شافعی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے اس لیے ان کی ساری زندگی حصولِ علم میں گزری۔مصنف کو مزار پر موجود لوگوں کی بے حسی اور لالچ پر شکوہ ہے جو اپنا پیٹ پالنے کے لیے مزار کا سہارا لیتے ہیں لیکن اُن کی تعلیمات پر بالکل عمل نہیں کرتے۔اس کے بعد بادشاہوں کے قبرستان، حضرت زینب کے مزار، جامعہ الازہر کی کافی تفصیل بیان کی ہے۔مصنف سلطان صلاح الدین ایوبی کا قلعہ دیکھنے بھی گیا جہاں ان سے 35 مصری پونڈ فی ٹکٹ وصول کیے گئے جب کہ وہی ٹکٹ عربوں کے لیے صرف 2 مصری پونڈ کا تھا۔قلعہ 1176ء میں تعمیر ہوا اور سات سو سال تک مصر کے حکمرانوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔

دریائے نیل کی سیر کو جاتے ہیں تو دریائے نیل سے جڑی بہت سی باتیں ذہن میں گردش کرنے لگتی ہیں۔دریائے نیل کے بارے میں مشہور تھا کہ فراعنہ کے دور میں پانی کے لیے ہر سال ایک کنواری لڑکی کو قربان کیا جاتا تھا اور یہ روایت مسلمانوں کے دور میں ختم ہوئی جب عمر فاروقؓ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا۔چودہ سو سال گزر گئے تب سے آج تک دریائے نیل کی سرزمین نے سورج کا منہ نہیں دیکھا۔مصنف دریائے نیل کی خوبصورتی کا بھی قائل ہے۔اسے لگتا ہے کہ دریا کی روانی کسی حسین محبوبہ کی خوبصورت چال کی مانند ہے۔جسے اپنے حسن کی نزاکت کا احساس ہو اس لئے دھیرے دھیرے بڑے مستانہ انداز میں لہراتی، بل کھاتی ہوئی چلے۔اس کے علاوہ یہی وہ دریا ہے جس نے آج تک مصر کے لوگوں کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

> دریائے نیل افریقہ کے ملک روانڈا سے نکل کر وکٹوریہ جھیل میں آملتا ہے جس کے بعد دوبارہ اپنا سفر شروع کرتے ہوئے افریقی ممالک سے گزرتے ہوئے سوڈان کے بیچوں بیچ سفر کرتا ایتھوپیا میں داخل ہوتا ہے۔دوسری طرف ایتھوپیا کے پہاڑوں پر مئی سے ستمبر کے دوران مون سون بارشوں کا شفاف پانی جو نیلے دریا کی شکل میں سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے

Vol.2 No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

> مقام پر روانڈا سے آنے والے سفید دریا میں مل جاتا ہے۔یوں دونوں دریا مل کر ایک بڑے دریا کی صورت میں مصر پہنچتے ہیں۔ مصر میں دریائے نیل جھیل میں شامل ہو کر تھوڑے آرام کے بعد اپنا سفر دوبارہ شروع کرتا ہے۔یوں چلتے چلتے الاقصر کے پاس سے گزر کر مصر کے درمیان سے ایک آبی لکیر کھینچتے ہوئے قاہرہ پہنچتا ہے جہاں اپنے حسن کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے مصر کے علاقہ ڈیلٹا سے ہوتا ہوا 4331 میل کا فاصلہ طے کر کے بحرہ اوقیاس میں گرتا ہے۔لمبائی کے لحاظ سے یہ دنیا کا سب سے لمبا دریا ہے۔(7)

یعقوب نظامی نے مصر کی مشہور مغنیہ اُم کلثوم کا ذکر بھی کیا ہے جسے "بلبل نیل "کا خطاب دیا گیا تھا۔ان کا کہنا ہے کہ مصر کے لوگوں کو پیار و محبت جیسے لطیف جذبات کے اظہار کے لیے زبان اُسی نے عطا کی ہے۔ مصر کی تہذیب کا آغاز 5000 سال قبل ہوا جب برصغیر میں موہنجوداڑو اور عراق میں بابلی تہذیب جنم لے رہی تھی۔یہی وہ وقت تھا جب مصر میں فرعونی دور کا آغاز ہوا۔فراعِنہ موت کے بعد زندگی پر یقین تو رکھتے تھے لیکن ان کا خیال کہ دوبارہ وہی زندہ اُٹھے گا جس کا جسم صحیح و سلامت ہو گا۔یہی وجہ تھی ہر فرعون نے برسراقتدار آنے کے بعد اپنی لاش کو محفوظ کرنے کے لیے اپنے مقبرے بنوانا شروع کر دیتے تھے۔اُن کی لاش کے ساتھ روزمرہ ضروریات کی اشیاء بھی رکھ دی جاتی تھیں تاکہ جب وہ دوبارہ زندہ ہوں تو اُنہیں کسی بھی قسم کی پریشانی نہ ہو۔فراعِنہ کی لاشیں اس لیے بھی چھپا کر رکھی جاتی تھیں کہ چور نعش کے ساتھ رکھا گیا قیمتی سامان چُرا کر نہ لے جائیں۔ان کے دور میں مصر نے بہت ترقی کی اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مصر اقوام عالم میں سب سے بازی لے گیا۔دور فراعِنہ سے پہلے مصر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا فراعِنہ نے مصر میں پہلی متحدہ حکومت کی بنیاد رکھی۔

> مصر پر فراعِنہ کے تین ہزار سالہ دور کا آغاز 3200 ق م میں ہوا۔اُس سے پہلے مصر چھوٹی چھوٹی علاقائی ریاستوں میں تقسیم تھا۔ کوئی بھی مرکزی حکومت نہیں تھی۔فراعِنہ حکومت کے بادشاہ مینس (Menes) نے متحدہ مصر کی بنیاد ڈالی اور دارالحکومت قاہرہ سے 15 میل دور ممفیس میں قائم کیا۔اسی خاندان کے زوسر نامی بادشاہ جب برسراقتدار آئے تو اُنہوں نے امہوتپ نامی ایک آرکیٹیکٹ کو حکم دیا کہ اُن کے لیے اہرام تعمیر کرے۔امہوتپ نے شاہی حکم کی تعمیل میں دنیا کا پہلا اہرام تعمیر کیا۔جو اس وقت بھی سقارہ میں موجود ہے۔سقارہ ممفیس کے قریب ہی ہے۔دور فراعِنہ میں سقارہ کی حیثیت شاہی قبرستان کی تھی۔زوسر نے مصر پر 2667 ق م سے 2648 ق م یعنی کل سترہ سال حکومت کی۔(8)

بادشاہوں کی لاشوں کو محفوظ کرنے کے لیے مقبروں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر آنے والے بادشاہ نے اپنے دور کے لحاظ سے اپنے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مقبرہ بنوایا۔ زوسر پھر اس کے بعد خوفو اور پھر اس کے بیٹے کافری نے بھی اپنے لیے اہرام تعمیر کروائے اور یوں یہ سلسلہ آخری فرعون بادشاہ تک چلتا رہا۔فرعون کسی کا نام نہیں بلکہ لقب ہے جسے 1580 ق م میں مصر کے حکمرانوں نے اختیار کیا۔پہلے شاہی محل کے رہنے والے تمام لوگ فرعون کہلاتے تھے لیکن رعمیس نے اپنے دور میں اسے صرف بادشاہ کے لیے مخصوص کر دیا۔2200 ق م میں کچھ نئے حکمران مصر پر قابض ہوئے اور 1800 ق م تک ان کی حکومت رہی۔ حضرت یوسفؑ اس درمیانی عرصے میں مصر کے حکمران رہے۔1800 ق م میں فراعِنہ مصر نے دوبارہ مصر پر قبضہ کر لیا اس طرح مصر پر اُن کی حکومت کا یہ دوسرا دور تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش رعمیس کے دور میں ہوئی اور حضرت موسیٰؑ نے رعمیس ہی کے گھر میں پرورش پائی۔ حضرت موسیٰؑ سے مقابلہ کرنے والے فرعون کے غرق ہونے کے بعد فراعِنہ مصر کی حکومت کے زوال کا آغاز ہو گیا۔ مصر کو پہلے ایران اور پھر سکندر اعظم نے فتح کیا اور اپنی حکومت بنا کر اپنے ایک جرنیل (جس کا نام Ptolemy تھا) کو مصر کی حکومت سونپ دی۔ حسینہ عالم قلوپطرہ بھی اسی خاندان سے تھی۔

مذہبی لحاظ سے دیکھا جائے تو فراعِنہ مصر نے عجیب و غریب قسم کی کہانیاں گھڑ کر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی۔ان کی کہانی کے مطابق سورج اور چاند کے ملاپ سے ان کا دیوتا اُزریس وجود میں آیا اور اسی نے یہ لوگ اور دنیا بنائی۔اس بعد اک دوسری کہانی جو ہابیل اور قابیل کی کہانی سے ملتی ہے وہ بھی سنائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ وہ لوگ کئی خداؤں پر ایمان رکھتے تھے جن میں سب سے بڑا سورج تھا۔اس کے علاوہ اس باب میں مصنف نے کئی اور دیوتاؤں کے ذکر کے علاوہ کتاب اموات، حنوط کے طریقے، تدریسی نظام، فراعِنہ

Vol.2 No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کے تہوار، رہن سہن، کھیتی باڑی شادی بیاہ کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ تفصیل پڑھنے کے بعد سفر نامے پر تاریخ کا گمان ہونے لگتا ہے۔ سفر نامے میں قاری کی دلچسپی کے لیے معلومات ضرور ہونی چاہییں لیکن اس قدر بھی نہیں کہ اس کے سامنے اصل بات ہی پھیکی پڑ جائے۔

جو بھی آدمی مصر کی سیر کو جائے گا اس کی خواہش ہو گی کہ وہ فراعِنہ کے دربار اور اہرام ضرور دیکھے کہ جو اپنے عہد میں اپنے آپ کو خدا کہلواتے تھے اُن کا انجام کیا ہوا۔ مصنف نے بھی اپنے دل میں یہ خواہش تھی کہ وہ ان کو دیکھے اور عبرت حاصل کرے۔ مصنف نے اہرام کی تعمیر، ڈیزائن اور اس علاقے میں ناپید پتھروں کے حوالے سے بھی بات کی ہے۔ یہ بات آج کے ترقی یافتہ دور میں ایک معمہ ہے کہ ٹنوں وزنی پتھر اتنی دوری سے کیسے لائے گئے اور پھر ان کو اتنی بلندی تک کیسے لے جایا گیا۔ خوفو نے جو اہرام تعمیر کروایا اس کی بلندی 481 فٹ ہے۔ اہرام کے اندر جہاں حنوط شدہ لاشیں رکھی جاتی تھیں مصنف نے ان کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> تین فٹ چوڑی ایک اور سرنگ میں سر جھکائے گزر کر ہم ایک کمرے میں پہنچے۔ یہی کنگ چیمبر یعنی بادشاہ کا کمرہ تھا۔ یہ کمرہ 17 فٹ چوڑا 34 فٹ لمبا اور 19 فٹ اونچا تھا۔ چھت پر نصب ایک ایک پتھر چالیس سے ساٹھ ٹن یعنی سولہ سو من سے کم نہیں تھا۔ یہی وہ کمرا تھا جہاں خوفو کی حنوط شدہ لاش رکھی گئی تھی۔ کمرے کے ایک طرف میت رکھنے کے لیے جگہ تھی۔ جو پتھر سے تعمیر کردہ ایک ٹب کی مانند تھی۔ بلکہ اگر اسے ٹب کی بجائے پتھر کی قبر کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"(9)

مصنف نے یہاں ابوالہول کے مجسمے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جسے کافری نے ایک عبادت گاہ کے طور پر بنوایا تھا۔ یہ 66 فٹ اونچا ایک مجسمہ ہے جسے ایک پہاڑی کو کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ اس مجسمے کا دھڑ شیر کا ہے جو اپنے پچھلے دو پاؤں سمیٹ کر اُن پر بیٹھا ہے اور اگلے دو پاؤں سامنے کو پھیلا رکھے ہیں گردن اوپر اُٹھا رکھی ہے جیسے ہر ایک چیز کی نگرانی کر رہا ہو دھڑ شیر کا ہے لیکن گردن پر سر انسان کا ہے۔ یہ مجسمہ ساڑھے چار ہزار سال پرانا ہے لیکن آہستہ آہستہ اب اس کی شان و شوکت ماند پڑ رہی ہے۔ مصنف اور اس کے دوستوں نے ممفیس اور سقارہ کی سیر بھی کی۔ ممفیس فراعِنہ مصر کا دارالسطنت رہا ہے اور سقارہ کو شاہی قبرستان کا درجہ حاصل تھا۔ اس کے بعد اُنہوں نے عجائب گھر میں رکھی لاشوں کو دیکھا جنہیں اللہ کی ذات نے دیکھنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا ہے۔ اس کے بعد مصنف نے الاقصر کا رُخ کیا جو 500 سال تک فراعِنہ مصر کا دارالسلطنت رہا۔ یہاں بھی بادشاہوں اور اُن کی بیگمات کے لیے سامان عیش و عشرت ہر طرح کا موجود تھا۔ اس کے بعد یعقوب نظامی اور اس کے دوست سکندریہ کی سیر کو نکل گئے جسے 331 ق م میں سکندر اعظم نے آباد کیا تھا۔ سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد اپنے ایک جرنیل پٹولمی (Ptolemy) بطلیموس کے حوالے کر دیا۔ بطلیموس کے خاندان نے مصر پر 323 ق م سے 31 ق م تک حکومت کی۔ اسی خاندان میں حسینہ عالم قلوپطرہ پیدا ہوئی جو دنیا بھر کے لاکھوں حسن پرست لوگوں کو اپنی جانب راغب کیا۔ اور بحرہ روم کے انمول موتی کا خطاب پایا۔

مصنف اور اس کے دوستوں نے شمالی مصر کی سیر کرتے ہوئے سویز نہر بھی دیکھی۔ یہ نہر ماضی کی نہر کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ نہر پہلی بار 2100 ق م دورِ فراعِنہ کھودی گئی اور موجودہ نہر کی کھدائی کا آغاز 22 اپریل 1859ء کو ہوا اور یہ 17 نومبر 1869ء کو مکمل ہوئی۔ ایک ہزار گز چوڑی اس نہر کو ذرائع آب پاشی کے لیے نہیں بلکہ بحری جہازوں کی آمد و رفت کے لیے کھودا گیا تھا۔ مصنف اور اس کے دوستوں نے اسماعیلیہ، بنی اسرائیل کا علاقہ اور حضرت حاجرہ کا گاؤں بھی دیکھا:

> "مصر کے مقامی لوگ "تل الفرما" نامی گاؤں کو حضرت ہاجرہ کی مناسبت سے "ام العرب" کے نام سے بھی پکارتے ہیں"(10)

سفر نامہ نگار کے لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ سفر نامہ نگار صرف اس چیز کی وضاحت کرے جسے وہ بے حد ضروری خیال کرتا ہے۔ بے جا وضاحت سے سفر نامہ ضخیم تو ہو جائے گا لیکن وہ دلچسپی سے محروم رہ جائے گا۔ سفر نامے کی خوبصورتی کا تقاضا یہ ہے کہ سفر نامہ نگار جہاں موجود ہے قاری کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلے۔ وہ نا صرف قاری کو اپنے تجربات و مشاہدات بتائے بلکہ اُسے وہاں کی تہذیب و تمدن، معاشرت، معیشت اور سیاست سے بھی آگاہ کرے۔ سفر نامہ پڑھ کر قاری کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ وہ سفر نامہ نگار کے ساتھ ہی سفر کر رہا ہے۔ یعقوب نظامی صاحب نے بنی اسرائیل کا علاقہ دیکھتے ہوئے بنی اسرائیل کی پوری تاریخ بیان کی ہے اس کے علاوہ حضرت یوسفؑ کی پیدائش سے لے کر فرعون کی غرقابی تک ہر ایک چیز کو قرآنی حوالوں کے ساتھ بڑی ہی وضاحت سے بیان کیا ہے جس نے سفر نامے کی طوالت اور ثقالت میں اضافہ کیا ہے۔

Vol.2 No.3 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تاریخی چیزوں کے حوالے سے کچھ روایات غلط بھی مشہور ہیں جیسے "عین موسیٰ" جس کے بارے مشہور ہے کہ یہ اُن چشموں میں سے ایک ہے جو موسیٰؑ کے پہاڑ پر عصامارنے سے پھوٹے تھے۔ حالانکہ یہ درست نہیں، بلکہ وہ جگہ اور مقام اس سے کہیں دور ہے۔ مصنف اپنے دوستوں کے ساتھ جب کوہ طور کی جانب سفر کر رہا تھا تو راستے میں وہ میدان بھی آیا جہاں دور دور تک کوئی سایہ نہ تھا اور نہ ہی کھانے یا پینے کو کوئی شے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے من وسلویٰ اُتارا تھا۔

"المرخہ کی اسی وادی میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے ابر کا سایہ کیے رکھا اور اس دوران انہیں کھانے کیلئے من وسلویٰ عطا کیا۔ من وسلویٰ کے بارے میں مفکرین کی رائے ہے کہ من دھنیا کے بیج جیسی کوئی چیز تھی جو اوس کی شکل میں زمین پر گر کر جم جاتی تھی جبکہ سلویٰ بٹیر کی مانند پرندے تھے۔"(11)

مصنف نے یہاں ایک بڑی حیران کن بات کا ذکر کیا ہے کہ وہاں کوہ طور سے زیادہ سینٹ کیتھرائین زیادہ مشہور ہے۔ حضرت صالحؑ کی قبر دیکھ کر بھی مصنف نے بڑے دکھ کا اظہار کیا کہ حکومت نے اُس کی دیکھ بھال کے لیے کچھ خاطر خواہ انتظامات نہیں کیے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر سینٹ کیتھرائین کی خانقاہ تھی۔ وادی طویٰ میں سینٹ کیتھرائین کا مزار ٹھیک اسی جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے آگ دیکھی تھی۔ حضرت موسیٰؑ جب اللہ کے حکم سے چلہ کاٹنے گئے تو سامری نامی ایک شخص نے سونے کا بچھڑا بنا کر حضرت موسیٰؑ کی قوم کے سامنے پیش کیا اور اس میں یوں جادو گری کی کہ اس میں سے آوازیں آنے لگیں۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل اللہ کی نعمتوں کو بھول گئے اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ کی قوم کے وہ لوگ جنہیں حضرت موسیٰؑ گمراہی کے اندھے گڑھے سے نکال کر لائے تھے اسی میں دوبارہ جا گرے اور اللہ کے نافرمانوں میں شامل ہو گئے۔ آخر میں مصنف نے یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے حوالے سے بہت ہی خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ یہودیت بھی ایک بڑا مذہب ہے اللہ نے ان لوگوں پر اپنے انعامات کی بارش کر دی لیکن یہ ان کی بدبختی تھی کہ اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا اور جب اُن کو اللہ کے راستے میں لڑنے کا کہا گیا تو اس سے بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح دوسرے بڑے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰؑ کے معجزات تو بچپن سے ہی شروع ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود آپؑ کے پیروکاروں میں سچا جذبہ ایمانی پیدا نہ ہو سکا۔ ان دونوں مذاہب کی نسبت اسلام ایسا مذہب ہے کہ جو اس میں داخل ہوا اس نے اپنا سب کچھ اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا۔ اسی گفتگو کے ساتھ ہی مصر کے سفر نامے کا اختتام ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے دوستوں کے ساتھ واپسی کے لیے رختِ سفر باندھا۔ واپسی پر راستے میں پیش آنے والے چند دلچسپ واقعات کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ یعقوب نظامی کا یہ سفر نامہ مصر کی تاریخ اور تہذیب کو جاننے کے لیے دستیاب دستاویزات میں ایک نیا اضافہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس سفر نامے سے قاری کو مصر کی تاریخ اور تہذیب کو جاننے میں بہت مدد ملے گی اور اس کی معلومات میں اضافہ ہو گا۔ کہیں کہیں اپنی بے جا طوالت اور بوجھل بیانیہ سے قاری کی طبیعت پر بوجھ ضرور پڑتا ہے لیکن اس سے قطع نظر بحثیت مجموعی یعقوب نظامی کا یہ سفر نامہ مصر کی تاریخ کے حوالے سے اس سے قبل تحریر کردہ سفر ناموں سے ہٹ کر اُس سرزمین کے متعلق معلومات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

- پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور۔
- اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور۔
- لیکچرار، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور
- پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور۔

حواشی

1۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، 1987ء: ص نمبر 78

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

2۔ ایضاً، ص نمبر52

3۔ مظہر احمد، ڈاکٹر، مقدمہ، تاریخ یوسفی المعروف بہ عجائبات فرنگ، جہلم: بک کارنر، پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، 2016ء: ص نمبر10

4۔ شہزاد منظر، سفر نامہ نگاری-ایک ادبی صنف، مشمولہ: الزبیر، سفر نامہ نمبر، بہاولپور: اردو اکیڈمی، 1919ء: ص نمبر25

5۔ شبلی نعمانی، سفر نامہ مصر و روم و شام، دہلی: قومی پریس، 1919ء: ص نمبر2

6۔ یعقوب نظامی، مصر کا بازار، لاہور: نگارشات پبلشرز، 2013ء: ص نمبر13

7۔ ایضاً، ص نمبر59،60

8۔ ایضاً، ص نمبر73

9۔ ایضاً، ص نمبر105،106

10۔ ایضاً، ص نمبر195

11۔ ایضاً، ص نمبر224